علم تفسیر کے ارتقائی مراحل

(عہد رسالت تا ۳۱۰ ہجری)

عبدالحمید خان عباسی *

عہد نبوت سے عہد حاضر تک قرآن مجید کی تفسیر کئی مراحل سے گزری ہے۔ ہر ایک مرحلہ میں مفسرین حضرات اپنے اپنے اغراض و مقاصد کے پیش نظر نئے نئے انداز سے کام کرتے رہے۔ یہی اغراض و مقاصد دراصل تفسیر نویسی میں تنوع کا سبب بنتے رہے اور نتیجہ کے طور پر کئی کئی جلدوں پر مشتمل تفسیریں عالم وجود میں آتی رہیں۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔ مگر اس مقالہ میں صرف نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک سے امام طبریؒ (متوفی ۳۱۰ھ) کے زمانہ تک علم تفسیر کے ارتقائی مراحل اور ہر ایک مرحلہ کی تفسیری خصوصیات کو بالاختصار بیان کیا جاتا ہے:

پہلا مرحلہ

یہ مرحلہ عہد نبوت، عہد صحابہؓ اور عہد تابعین پر مشتمل ہے۔ اس ابتدائی مرحلہ میں تحمل و اداء (یعنی اخذ و روایت) کے اعتبار سے تفسیر کا اسلوب یہ تھا کہ قرآنی آیات کی تفسیر سے متعلقہ احادیث کو روایت کے طرز پر ایک دوسرے سے حاصل و بیان کیا جاتا تھا۔

ڈاکٹر محمد حسین ذہبیؒ لکھتے ہیں:

> ''تفسیر......کو بطریق روایت نقل کیا جاتا تھا، صحابہ کرامؓ جس طرح رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے اسی طرح ایک دوسرے سے بھی روایت کرتے اور (اسی طرز پر) تابعین صحابہ سے روایت کرتے اور خود ایک دوسرے سے بھی روایت کرتے۔ یہ (قرآن مجید کی) تفسیر کا پہلا خطوہ (مرحلہ، قدم) ہے۔''(۱)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر/ انچارج، شعبہ قرآن و تفسیر، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

اس انداز کا تعلق تو صرف تفسیری روایات کے اخذ و بیان سے ہے مگر جہاں تک اس مرحلہ میں عملاً تفسیر و توضیح کرنے کا تعلق ہے تو اس امر کی معرفت کے لیے ہمیں مرحلہ کی تینوں کڑیوں کا بالاختصار جائزہ لینا ہو گا تا کہ ہر ایک کڑی کے تفسیری اسلوب یا رجحان کی کیفیت و نوعیت کو متعین کیا جا سکے:

عہد نبوت

نبوت کے مبارک عہد میں تفسیر قرآن کا اسلوب یہ تھا کہ:

''اگر کسی آیت کے متعلق حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ضرورت محسوس فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی منشا و مراد بتا دی، یا کسی کو کوئی اشکال پیش آیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر اپنی تشفی کر لی اور وہ آیات جن کا تعلق عمل سے ہے اسے حضور ﷺ نے کر کے بتا دیا۔''(۲)

اس عہدِ میں مفسر اور تفسیر کا اطلاق حضور ﷺ کی ذاتِ طیبہ اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر ہوتا ہے، چنانچہ مولانا بلخی علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''عہد نبوت میں اسوہ نبویہ بمنزلہ تفسیر قرآن کے تھا'' مطلب یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا ہر ارشاد اور آپ ﷺ کا ہر عمل قرآن کی تفسیر و تشریح تھا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ محض ایک بشر کی زندگی نہ تھی بلکہ دراصل وہ آیات قرآنیہ کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ قرآنی ہدایات و تعلیمات کے متشکل ہو جانے کا نام اسوۂ رسول اللہ ﷺ ہے اور اسوۂ رسول ﷺ کا دوسرا نام تفسیر قرآن ہے۔''(۳)

اس ضمن میں عبدالصمد صارم علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''......قرآن مجید کے مفسر اول حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور پہلی تفسیر حدیث رسول اکرم ﷺ ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط قرآنی آیات سے کیا ہے۔ ابن جرجانی کا قول ہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں

ان کی اصلیت قرآن میں بجنسہٖ یا قریب قریب موجود ہے......اسی وجہ سے اکثر صحابہ کا یہ طرز تھا کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اس کی تصدیق و توثیق کے لیے آیت پڑھتے۔" (۴)

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اس مبارک دور میں حدیث کے جو مجموعے تحریر ہوئے ان میں سے "ہر مجموعہ قرآن کی تفسیر ہے (مثلاً...... کتاب الصدقہ خود حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ (۵۱ھ) کو لکھائی۔ یہ دو صفحہ کا رسالہ تھا، اس میں زکوٰۃ کے احکام تھے، گویا آیات زکوٰۃ کی تفسیر تھی۔ اس کی نقول دیگر امراء کو بھی بھیجی گئیں" (۵) "حضور ﷺ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو نماز، روزہ، ربا، شراب وغیرہ کے احکام لکھا دیئے تھے گویا یہ آیاتِ صوم وصلوٰۃ وغیرہ کی تفسیر تھی" (۶) لیکن حضور ﷺ کے عہد...... میں جو کچھ لکھا گیا وہ سب حدیثوں کا ذخیرہ تھا، خالص تفسیر کے نام سے کوئی مجموعہ نہ تھا۔ (۷)

مختصر یہ کہ:

"آنحضرت ﷺ کی زندگی کا سارا نبوی دور قرآن کریم کی تفسیر کا دور ہے۔ کیونکہ اس سارے دور میں قرآن حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا اور آپ ﷺ ساتھ ساتھ ہی نزول آیات کا مطلب و مدعا لوگوں کو بیان کر کے سناتے رہے اور ہدایت کا پیغام دیتے رہے۔" (۸)

عہد صحابہ رضی اللہ عنہم

جہاں تک عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو اس میں "......قرآنی علوم اور تفسیر کے پیشوا دس صحابہ مانے گئے ہیں۔ خلفاء اربعہ (یعنی ابوبکر صدیق (متوفٰی ۱۳ھ)، عمر بن الخطاب (متوفٰی ۲۴ھ)، عثمان بن عفان (متوفٰی ۳۵ھ)، علی مرتضٰے (متوفٰی ۴۰ھ)، عبداللہ بن مسعود (متوفٰی ۳۴ھ)، عبداللہ بن عباس (متوفٰی ۶۸ھ) عبداللہ بن زبیر (متوفٰی ۷۳ھ)، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم (متوفٰی ۱۹ھ یا ۲۴ھ)، اسی طرح معاذ بن جبل (متوفٰی ۱۸ھ) اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو بھی قرآنی علوم میں خصوصی امتیاز تھا۔" (۹)

❷ تفسیری منابع

تفسیری منابع یعنی مصادر و مآخذ کے حوالے سے صحابہ کرامؓ کے عہد کا اطلاق اس زمانہ پر بھی ہوگا جسے انہوں نے مفسر اول علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں گزارا اور اس وقت پر بھی ہوگا جسے آپ ﷺ کے رخصت ہو جانے یعنی ۱۱ھ کے بعد گزارا ہے گویا یہ عہد عہدِ نبوت و عہد صحابہ دونوں کو شامل ہے۔ مگر جب عہدِ خلفاء راشدین کہا جائے تو اس کا اطلاق صرف ۱۱ھ سے ۴۰ھ تک کے زمانہ پر ہوگا۔

قرآنی آیات کی تفسیر کرنے کے لیے صحابہ کرام جن منابع پر اعتماد کرتے تھے علماء نے ان کی تعداد چار بیان کی ہے:

① قرآن مجید، کہ اس کی بعض آیات بعض کی تفسیر کرتی ہیں جیسے ﴿لَيْلَةٌ مُّبَارَكَةٌ﴾ سے مراد ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ ہے۔

② حضور علیہ الصلاۃ والسلام، کہ ان کی بابت قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ ......(۱۰)

''اور ہم نے آپؐ پر قرآن نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لیے اس کتاب کی توضیح کردیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے۔''

اسالیبِ تفسیر

نبی اکرم ﷺ نے قرآنی آیات کی تفسیر درج ذیل اسالیب سے فرمائی ہے:

الف۔ مجمل یا مشکل آیات کی توضیح، عام آیات کی تخصیص اور مطلق کی تقیید کی۔

ب۔ الفاظ آیات کی تشریح کی جیسے "مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِم" سے مراد یہودی اور "الضالین" سے مراد عیسائی ہیں۔

ج۔ قرآنی احکام سے زائد احکام بیان کئے جیسے صدقہ فطر کا حکم، پھوپھی، بھتیجی، بھانجی اور خالہ سے بیک وقت نکاح کرنے کی حرمت اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کا حکم وغیرہ۔

د۔ ناسخ ومنسوخ آیات کی نشاندہی فرمائی جیسے وارث کے حق میں آیت وصیت کو حکماً منسوخ بتایا۔

ر۔ قرآن مجید میں مذکور حکم کی تائید وتاکید فرمائی جیسے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (۱۱) کی تائید میں فرمایا:

"لا يحل مال امرىء مسلم إلا بطيب نفسه" (۱۲)۔

(یعنی کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں)۔

اجتہاد وقوت استنباط

جن آیات کی تفسیر میں فکر ونظر کی ضرورت ہوتی تو ان کی تفسیر کرنے میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی رائے واجتہاد پر اعتماد کرتے اور اس اسلوب میں درج ذیل آلات وذرائع سے مدد لیتے:

ا۔ عربی زبان کے اوضاع (حالات) واسرار کی معرفت۔

ب۔ عربوں کی عادات سے متعلقہ آیات کی تفسیر میں ان کی عادات کی معرفت جیسے سورۃ التوبہ (۹): ۳۷ اور سورۃ البقرۃ (۲): ۱۸۹۔

ج۔ یہود ونصاریٰ کے متعلق نازل ہونے والی آیات کی تفسیر میں اس وقت موجود اہل کتاب کے احوال کی معرفت کہ اس سے ان کے فہم میں بڑی مدد ملتی ہے۔

د۔ نہایت پوشیدہ مفہوم والی آیات کے لیے خداداد قوت فہم اور وسعت ادراک کی صلاحیت جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

ر۔ چوتھا مصدر اہل کتاب تھے کیونکہ بعض مسائل میں قرآن مجید، تورات اور انجیل میں موافقت ہے۔ تحریف کے پیش نظر اس مصدر کی اہمیت بہت کم ہے۔ (۱۳)

عہد صحابہؓ کی مکتوبہ تفسیریں

مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں دو تفسیروں کو کتابی صورت میں مدون ومرتب کیا گیا:

❶ تفسیر ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۹ھ یا ۲۴ھ)

مولانا محمد عبدالحلیم چشتی کی تحقیق کے مطابق یہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کی سب سے پہلی قرآنی تفسیر ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''پہلی صدی ہجری میں قرآن کی تفسیر سب سے پہلے سید المسلمین حضرت ابی بن کعبؓ رضی اللہ عنہم نے لکھی موصوف کا انتقال عہد فاروقی میں ہوا تھا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عہد فاروقی یا عہد صدیقی کی تالیفات میں سے ہے مشہور مفسر محمد بن جریر طبریؒ (متوفی ۳۱۰ھ) اور ابن ابی حاتم (متوفی ۳۲۷ھ) نے اپنی تفسیروں میں اس سے بکثرت روایتیں کی ہیں اسی طرح ابوعبداللہ الحاکم (متوفی ۴۰۵ھ) اپنی مستدرک میں اور امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) اپنی مسند میں اس سے روایت کرتے ہیں'' (۱۴) حاکمؒ نے ۴۰۵ھ میں وفات پائی' اس لیے یہ تفسیر پانچویں صدی تک ضرور موجود تھی۔'' (۱۵)

یہ تفسیر جس سند سے مروی ہے وہ صحیح ہے، چنانچہ علامہ احمد طاش کبری زادہ (متوفی ۹۶۸ھ) لکھتے ہیں:

"اما ابی بن کعبؓ فعنه نسخة کبیرة یرویها ابو جعفر الرازی عن الربیع بن انس بن ابی العالیة عنه و هذا اسناد صحیح۔" (۱۶)

''جہاں تک ابی بن کعبؓ کا تعلق ہے تو ان کی تفسیر کا نسخہ بڑا ہے جس کو ابوجعفر رازی بواسطہ ربیع بن انس از ابوالعالیہ از ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور یہ سند صحیح ہے۔''

علاوہ ازیں! انہوں ہی نے سب سے پہلے ''فضائلِ قرآن'' کے موضوع پر کتاب لکھی جو ''علوم قرآن پر عہد اسلامی کی غالباً سب سے پہلی تصنیف ہے۔'' (۱۷)

❷ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما (متوفی ۶۸ھ)

یہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں کتابی صورت میں مدون ہونے والی دوسری تفسیر ہے۔ اس کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے ابوالخیر طاش کبری زادہ لکھتے ہیں کہ:

> ''امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا تفسیر میں ایک صحیفہ مصر کے اندر موجود ہے جس کو علی بن ابی طلحہ روایت کرتے ہیں۔ اگر کوئی اس کی طلب میں مصر کا سفر کرے تو یہ کوئی بڑا کام نہیں ہے، اور یہ وہ نسخہ ہے جس پر امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ان روایتوں پر، جو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے نقل کی ہیں، اعتماد کیا ہے اور علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے اور وہ مجاہد یا سعید بن جبیر کا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ واسطہ معروف اور ثقہ ہے تو پھر روایت کرنے میں کوئی نقصان نہیں۔'' (۱۸)

ان کے علاوہ عکرمہ (متوفی ۱۰۵ھ) طاؤس بن کیسان (متوفی ۱۰۶ھ) وقیس بن مسلم کوفی (متوفی ۱۲۰ھ) کے طریق بھی صحیح ہیں۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر کے متفرق ومختلف نسخے کتب خانوں میں ہیں۔ (۱۹)

اسلوب

ان دونوں تفسیروں کے اسلوب کو مولانا افتخار احمد بلخی کے درج ذیل بیان سے بخوبی معلوم کیا جا سکتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ا۔ ''صحابہ کرام سے قرآن کی جو تفسیریں منقول ہیں اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا کہ دو تحریری طور پر بھی قلمبند کی گئی تھیں۔ ایک تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسری تفسیر ابن کعب رضی اللہ عنہ۔ ان کا بیشتر حصہ قرآن کے مفرد اور غریب الفاظ کی تشریح سے تعلق رکھتا ہے۔ یا آیات احکام سے متعلق کوئی حدیث انہیں معلوم ہوتی تو وہی ان آیات کی توضیح وتشریح میں بیان کر دیا کرتے تھے اور اگر کوئی حدیث انہیں معلوم نہ ہوتی اور وقت کا تقاضا ہوتا تو پھر خود ہی فقہی نقطۂ نظر سے تفسیر وتشریح کرتے لیکن ایسا کم ہوا ہے۔ رہے اعتقادی مسائل یا اسرارِ کائنات سے متعلق تفسیریں تو اس باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت کم چیزیں منقول ہیں۔'' (۲۰)

۲۔ پھر نتیجۃً لکھتے ہیں:

''اس طرح ہم کہہ سکتے کہ دور صحابہؓ کی تفسیر لغوی، اثری اور قدرے فقہی تھی۔'' (۲۱)

علاوہ ازیں! علماء کرام کے بیان کردہ درج ذیل تفسیری خصائص سے بھی عہد نبوی و عہد صحابہ میں تفسیری اسالیب کا اظہار ہوتا ہے:

① اس دور میں قرآن مجید کی پوری تفسیر بیان نہیں کی گئی۔

② صرف ان آیات کی تفسیر کی گئی جن کے فہم میں کچھ مشکل درپیش آتی تھی یا ان میں اجمال پایا جاتا تھا۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کے اجمالی معنی پر اکتفا کرتے تھے اور تفصیلاً مطالب کو سمجھنا ضروری تصور نہیں کرتے تھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا﴾ پھل اور سبزہ (عبس: ۳۱) میں ان کے نزدیک صرف بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تعداد مراد ہے۔

④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قرآن مجید کے معانی کے فہم میں بہت قلیل اختلاف تھا۔

⑤ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کم سے کم الفاظ میں لغوی معنی کی توضیح پر اکتفا کرتے۔ مثلاً ﴿غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ﴾ (المائدۃ: ۳)۔ (گناہ کا قصد کرنے والا نہ ہو) کا معنی ہے "غير متعرض لمعصية الله" یعنی گناہ سے تعریض کرنے والا۔

⑥ متحد العقیدہ ہونے اور مذہبی اختلافات کے عدم وجود کی وجہ سے صحابہ کرامؓ شاذ و نادر ہی فقہی احکام کا استنباط کرتے تھے (۲۲)۔

اس بحث سے جو چیز سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس دور کا تفسیری اسلوب بالکل سادہ تھا۔ اور سادگی کے عنصر کا غالب رہنا ایک فطری امر تھا کیونکہ تدوین تفسیر کی یہ ابتداء تھی اور ہر ابتدائی کام کی جو کیفیت و نوعیت ہوتی ہے اس سے اصحابِ عقل و دانش بخوبی آگاہ ہیں۔

عہد تابعینؒ

جہاں تک عہد تابعینؒ کا تعلق ہے تو اس میں علوم قرآن اور تفسیر میں درج ذیل حضرات خاص شہرت کے حامل تھے:

☆ مکہ میں، سعید بن جبیرؒ (متوفی ۱۰۴ھ)، عکرمہؒ مولیٰ بن عباس رضی اللہ عنہما (متوفی ۱۰۴ھ)، طاؤس بن کیسان یمانیؒ (متوفی ۱۰۶ھ)، اور عطاء بن أبی رباحؒ (متوفی ۱۰۴ھ)۔

☆ مدینہ میں، ابوالعالیہؒ (متوفی ۹۰ھ)، محمد بن کعب القرظیؒ (متوفی ۱۱۸ھ)، زید بن اسلمؒ (متوفی ۱۳۶ھ)

☆ عراق میں، علقمہ بن قیسؒ (متوفی ۶۱ یا ۶۲ھ)، مسروق بن اجدعؒ (متوفی ۶۳ھ)، اسود بن یزیدؒ (متوفی ۷۴ یا ۷۵ھ)، مُرّہ ہمدانیؒ (متوفی ۷۶ھ)، عامر شعبیؒ (متوفی ۱۰۹ھ)، حسن بصریؒ (متوفی ۱۱۰ھ)، اور قتادہؒ (متوفی ۱۱۷ھ) (۲۳)

تفسیری منابع

تفسیر قرآن کے منابع (مصادر) کے حوالے سے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ عہدِ تابعین کا اطلاق اس وقت پر بھی ہوگا جسے ان حضرات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ گزارا اور اس زمانہ پر بھی ہوگا جو آخری صحابی رضی اللہ عنہ کے رخصت ہو جانے کے بعد گزارا، ''حلف بن خلیفہؒ (متوفی ۱۸۱ھ) کو آخری تابعی تصور کیا جاتا ہے کیونکہ موصوف نے آخری صحابی ابوالطفیلؓ، جن کا نام عامر بن واثلہ (متوفی ۱۱۰ھ) ہے، سے مکہ میں ملاقات کی تھی۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ تابعینؒ کا عہد ۱۸۱ھ میں ختم ہو گیا تھا۔'' (۲۴)

تابعین حضرات قرآنی آیات کی تفسیر میں بقول ڈاکٹر محمد حسین ذہبیؒ ان مصادر پر اعتماد کرتے تھے:

① قرآن مجید پر (یعنی قرآنی آیات کی تفسیر قرآنی آیات سے)۔

② احادیث رسول اللہ ﷺ جنہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے۔

③ تفسیر کے سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال۔

④ اہل کتاب کی کتب میں بیان شدہ متعلقہ مواد۔

⑤ تابعین کے اجتہاد واستنباط پر مبنی اقوال۔

⑥ عربوں کی لغت اور ان کے اسالیب کلام۔

⑦ نزول قرآن کے وقت پیش آنے والے واقعات (۲۵)۔

یہ ہیں وہ مصادر جن پر اعتماد کرتے ہوئے تابعین حضراتؒ نے قرآن مجید کی تفسیر کے اس خلا کو پر کیا جو عصرِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں باقی رہ گیا تھا۔

عہد تابعین کی مکتوبہ تفاسیر

مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکور تابعینؒ میں سے ہر ایک تابعیؒ نے تفسیر میں کتاب تحریر فرمائی جو اسی کے نام سے مشہور ہوئی (۲۶)، جیسے:

❶ تفسیر سعید بن جبیر

یہ پہلی تفسیر ہے جسے عہد تابعین میں تحریر کیا گیا، چنانچہ مولانا محمد عبدالحلیم چشتی لکھتے ہیں کہ:

"...... پہلی صدی ہجری کے وسط میں کبار تابعین میں سے غالباً سب سے پہلے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نامور شاگرد حضرت سعید بن جبیرؒ (متوفی ۹۳ھ یا ۹۵ھ) نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی جو تفسیر سعید بن جبیر کے نام سے موسوم ہے" (۲۷)۔

اس تفسیر کے سبب تالیف کے متعلق حافظ شمس الدین ذہبیؒ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

"عبدالملک بن مروان (متوفی ۸۶ھ) نے حضرت سعید بن جبیرؒ کو لکھا اور فرمائش کی کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھ کر بھیج دیں تو اس فرمائش پر انہوں نے تفسیر لکھ کر بھیج دی" (۲۸)

خلیفہ نے اس کو شاہی خزانہ میں محفوظ کر دیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ تفسیر حضرت عطار بن دینار تابعیؒ (متوفی ۱۲۶ھ) کے ہاتھ آ گئی اور ان کے نام سے مشہور ہوئی (۲۹)۔

❷ تفسیر ابی العالیہ

حضرت سعید بن جبیرؒ کے بعد کبار تابعین میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلمیذ خاص ابو العالیہ رفیع بن مہران ریاحی بصریؒ (متوفی ۹۳ھ) نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی (۳۰)۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ:

''ابوبکر بن ابی داود نے فرمایا: صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ابوالعالیہؒ اور پھر سعید بن جبیر سے زیادہ قرآن حکیم جاننے والا کوئی نہیں ہے'' (۳۱)

گویا سعید بن جبیرؒ کے مقابلہ میں ابوالعالیہؒ کا درجہ تفسیر میں بلند ہے۔

حضرت ابوالعالیہ کی یہ تفسیر اصل میں حضرت ابی بن کعب صحابی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا مجموعہ تھا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اسے ابوالعالیہؒ نے اور ان سے ربیع بن انسؒ (متوفی ۱۳۶ھ) نے اور ان سے ابوجعفر رازیؒ نے روایت کیا ہے۔ یہ سلسلہ سند صحیح ہے۔ مفسرین اور محدثین نے اپنی اپنی کتب میں خوب اس تفسیر سے استفادہ کیا ہے۔ (۳۲)

اسلوب تفسیر

تابعین حضراتؒ کے عہد میں اسلوب تفسیر کے حوالے سے ان مشکلات کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے جن سے ان حضرات کو واسطہ پڑا اور جن کی وجہ سے ان کے تفسیری اسلوب (رجحان) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسلوب کی نسبت کچھ جدت پیدا ہوئی۔ ایسی مشکلات کی نشاندہی مولانا افتخار احمد بلخی نے کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس دور تابعین میں:

☆ ایک طرف تو مختلف فرقے (مثلاً خوارج، قدریہ وغیرہ) اپنے باطل افکار ونظریات کی اشاعت کے لیے قرآن کو آلہ کار بنانے میں زیادہ سرگرم ہو گئے تھے۔

☆ دوسری طرف دور دور تک اسلامی دعوت کے پہنچنے کی وجہ سے جب رومیوں اور ایرانیوں کا اختلاط زیادہ ہوا تو کچھ ایسے عجمی افکار کو دخل اندازی کے مواقع ملے جن سے ذہنی انتشار پیدا ہونا لازمی تھا۔

☆ تیسری طرف یونانی فلسفہ تھا جو آگے بڑھ رہا تھا۔

☆ اور چوتھی طرف اسلامی مملکت کے رقبہ کے وسیع تر ہو جانے کے سبب معاشرتی، معاشی اور سیاسی نوعیت کے بہت سے پیچیدہ مسائل ابھر رہے تھے۔'' (۳۳)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''یہ گونا گوں مشکلات تھیں جن سے تابعین کو عہدہ برآ ہونا تھا۔ چنانچہ ان سے نمٹنے کے لیے انہوں نے تفسیر قرآن کے باب میں جو طریقہ (اسلوب) اختیار کیا وہ:

① اصلاً اس سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا، جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا۔ ان کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ ان تک صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ جو کچھ پہنچا ہے اسے بیان کرنے پر اکتفا کریں۔

② لیکن ساتھ ہی دوسرے متذکرہ بالا مسائل سے بھی وہ آنکھیں بند نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے اس باب میں تابعین کی روش یہ تھی کہ:

وہ کبھی کبھی گفتگو میں اور بحثیں بھی کیا کرتے مگر اس معاملہ میں ان کی کوشش یہی ہوتی کہ ذہنی کشش اور مناظرہ کا رنگ پیدا نہ ہو، بلکہ جہاں تک ہو سکے اذہان کو کج بحثوں سے ہٹا کر احکام کی پابندی کی راہ پر لگایا جائے مثلاً محمد بن سیرینؒ سے ایک مرتبہ بعض لوگوں نے مسئلہ جبر و قدر کے متعلق کچھ بحث کی۔ ان کا جواب دیتے ہوئے ابن سیرینؒ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ......﴾۔ مطلب یہ تھا کہ اس طرح کے مسائل میں وقت برباد کرنے کے بجائے عمل خیر کرو کہ اسی کا حکم تمہیں دیا گیا ہے۔

③ رہے اپنے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور وسعتِ مملکت کی مقتضیات اور پیش آنے والے نت نئے مسائل، تو اس باب میں اگر انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی رہنمائی نہ ملی ہوتی تو پھر ایسے پیش آمدہ مسائل کے حل کی خاطر وہ خود اپنی علمی بصیرت سے کام لے کر قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح کرتے۔ جس کی بکثرت مثالیں قاضی شریح، ابراہیم نخعی، مجاہد، عطاء، ابنِ سیرین اور مکحولؒ کے افادات میں مل سکتی ہیں۔'' (۳۴)

تفسیری اختلافات کا جہاں تک تعلق ہے تو: ''عہد صحابہؓ میں یہ نہایت کم تھا۔ عہد تابعینؒ میں اس میں کچھ اضافہ ہوا۔ مگر تابعینؒ کا اختلاف تفسیر میں کم تھا اور احکام میں زیادہ۔'' (۳۵)

اور ایسا قدرتاً ہونا چاہیے۔ کیونکہ زمانے کے تقاضے اور بدلتے ہوئے حالات کی بناء پر ابھرنے والے نت نئے مسائل کے حل کی خاطر اجتہاد کیا جائے گا تو لازمی طور پر آراء کے درمیان اختلاف ہوگا اور تفسیر میں تابعین کے درمیان جس قسم کے اختلاف کا ثبوت ملتا ہے وہ زیادہ تر تنوع کا ہے نہ کہ تضاد کا۔(۳۶)

④ عہد تابعین کے تفسیری اسالیب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس دور میں اسرائیلی ونصرانی روایات کو تفسیر میں بیان کیا گیا۔

چنانچہ ڈاکٹر محمد حسین ذہبیؒ لکھتے ہیں:

> ''اس دور میں بکثرت اسرائیلیات ونصرانیات تفسیر میں داخل ہوئیں کیونکہ اس دور میں بہت سارے اہل کتاب اسلام میں داخل ہوئے اور ان کے اذہان میں ایسے واقعات موجود تھے جن کا شرعی احکام سے کوئی تعلق نہیں تھا، جیسے پیدائش کی ابتداء، وجود کے اسرار اور ظہور کائنات کے بارے میں اخبار اور دیگر قصے وکہانیاں جن کے سننے کے لیے انسانی نفوس شائق ہوتے ہیں......۔''(۳۷)

⑤ تحمل واداء: تابعین حضرات تفسیر میں تحمل واداء یعنی اخذ وروایت کا اہتمام کرتے تھے۔ یہ ان کے تفسیری اسلوب کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ ڈاکٹر ذہبیؒ لکھتے ہیں:

> ''دور تابعین کی تفسیر پر بھی نقل وروایت کی چھاپ بدستور رہی مگر نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عصر کی طرح اس اخذ ونقل میں عموم کا مفہوم شامل نہ تھا بلکہ اس میں اختصاص شامل تھا۔ یعنی ہر شہر کے باسی اپنے ہی شہر کے امام کے اقوال کا اہتمام کرتے تھے۔ جیسے مکہ والے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، مدینہ والے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور عراق والے عبداللہ بن مسعودؓ سے تفسیری اقوال نقل کرتے تھے۔''(۳۸)

اس بحث سے ثابت ہوا کہ: ''تابعین حضرات علم حدیث کی طرح علم تفسیر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل کرتے تھے۔ یہ صرف منقول پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ نظر واستدلال اور اجتہاد واستنباط کی رائیں بھی اختیار کرتے تھے۔''(۳۹)

علاوہ ازیں! ''تابعینؒ نے جو تفسیریں تصنیف کیں ان کا طرز (اسلوب) یہ تھا کہ آیت اور اس کے تحت میں حدیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ نقل کرتے تھے۔ قصص و علمی نکات پر زیادہ توجہ نہ تھی۔'' (۴۰)

تابعین کے آخری دور میں اسلوب تفسیر کی نوعیت

اسلوبِ تفسیر کی نوعیت کے حوالے سے تابعین حضرات کا آخری دور خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ:

> ''اس دور میں تفسیر ایک نئے مرحلے میں داخل ہوتی ہے۔ یہ مرحلہ تھا فکری الجھنوں کی چھان بین کرنے اور شکوک و شبہات کی نوعیت کو پیش نظر رکھ کر اس انداز سے قرآن کی تفہیم کا کہ فکری انتشار بلکہ آوارگی سے اذہان و قلوب کو محفوظ رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ تابعین کے اس آخری دور میں پوری تفسیر قرآن پر کم اور زیادہ تر خاص خاص مختلف موضوعات پر تالیف کا سراغ ملتا ہے'' (۴۱) مثلاً:

① علم ناسخ و منسوخ: اس موضوع پر مقاتل بن سلیمانؒ (متوفی ۱۵۰ھ)، علامہ حسین بن واقد المروزیؒ (متوفی ۱۵۷ھ) اور پھر امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) نے کتاب تالیف کی۔

② نُقَطِ مصاحف پر کبار تابعی، قاضی بصرہ ابوالاسود دؤلیؒ (متوفی ۶۹ھ) نے ایک مختصر رسالہ لکھا۔ پھر دوسری صدی ہجری میں اس موضوع پر امام لغت خلیل احمد بصریؒ (متوفی ۱۷۰ھ) نے قلم اٹھایا اور سب سے پہلے نُقَطِ مصاحف کے اسباب و علل سے بحث کی اور انہیں کتابی صورت میں مرتب کر کے پیش کیا۔

③ غریب القرآن پر ابان بن تغلب بکری کوفیؒ (متوفی ۱۴۱ھ) نے کتاب لکھی۔

④ وجوہ و نظائر قرآن پر مقاتل بن سلیمانؒ (متوفی ۱۵۰ھ) اور علامہ حسین بن واقد مروزیؒ (متوفی ۱۵۷ھ) نے کتاب تصنیف کی۔

⑤ حروف قرآن پر سب سے پہلے امام ابوعمرو بن العلاء البصریؒ (۱۵۱ھ) نے کتاب تالیف کی۔

⑥ اسی طرح انہوں نے قرأت کے موضوع پر غالباً سب سے پہلے کتاب لکھی۔ ان کے ہمعصر ابان بن تغلبؒ اور مقاتل بن سلیمانؒ نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی۔

⑦ احکام القرآن پر محمد بن السائب کلبیؒ (متوفی ۱۴۶ھ) نے کتاب لکھی۔

⑧ متشابہ القرآن پر غالباً پہلی کتاب مقاتل بن سلیمانؒ نے تالیف کی۔

⑨ اجزاء قرآن کے فن میں سے ''اسباع القرآن'' پر امام ابوعمارہ حمزہ بن حبیب کوفیؒ (متوفی ۱۵۸ھ) نے ''العواشر'' پر امام نافع بن عبدالرحمٰن مدنیؒ (متوفی ۱۶۹ھ) نے اور ''تقسیم القرآن'' پر محمد بن السائب کلبی (متوفی ۱۴۶ھ) نے کتاب لکھی (۴۲)۔

علاوہ ازیں! ''تفسیر بالروایت کے سلسلے میں دوسری صدی ہجری میں ابن جریجؒ (متوفی ۱۵۰ھ)، مقاتل بن سلیمانؒ (متوفی ۱۵۰ھ) اور سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۱ھ) نے کچھ لکھا۔ ابن جریجؒ کی یہ تحریریں تو اب نہیں ملتیں لیکن سفیان ثوریؒ کی تفسیر حال ہی میں ہندوستان میں چھپی ہے۔'' (۴۳)

اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر کی مخصوص سادگی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ سفیان ثوریؒ کے اقوال میں کہیں کہیں ان کے دور کی خصوصیت جھلکتی ہے: مثال کے طور پر ان کا ایک قول ہے کہ (قرآن غیر مخلوق ہے اور جو اس پر اعتقاد نہیں رکھتا، وہ مومن نہیں) (۴۴) لیکن پھر بھی انہوں نے اپنی تفسیر میں کلامی بحثوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ (۴۵)

جہاں تک مقاتل بن سلیمانؒ کی تفسیر کا تعلق ہے تو ''اس...... میں بھی آپ کو یہی سادگی ملے گی، البتہ ان کے ثقہ ہونے میں علماء میں اختلاف ہے۔ یہ تو طے شدہ بات ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں یہود اور نصاریٰ سے روایات کی ہیں۔'' (۴۶)

اور ان کا اثر اس تفسیر میں نمایاں نظر آتا ہے۔ مقاتل بن سلیمان نے قرآن کی آخری سورت کی تفسیر میں لکھا ہے:

> ''شیطان ایک کھونٹی کی طرح آدمی کے دل کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور جب ﴿ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ پڑھی جاتی ہے تو وہ دفع ہو جاتا ہے۔'' (۴۷)

قرآن کی آیت:

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ......﴾ (سورة الفجر (۸۹):۱۴)۔

(بے شک آپ کا رب گھات میں لگا ہے) کی تفسیر یوں کی ہے:

''دوزخ پر سات پل ہیں، ان میں سے ہر پل پر سوال و جواب ہوگا، اس مرحلے سے گزرے بغیر آدمی کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہر پل پر اس سے ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، عمرہ اور دوسری تمام کوتاہیوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اگر اس نے صحیح جوابات دیئے تو وہ ایک پل سے دوسرے پل تک جائے گا۔ اگر اس نے اسی طرح ساتوں پل پار کر لیے تو پھر وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جب یہ سوال جواب ہوں گے تو فرشتے وہاں موجود ہوں گے۔ یہ مطلب ہے قرآن کی آیت ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ کا'' (۴۸)۔

علماء کرام کے اس اہتمام سے ''دراصل بنیاد پڑ رہی تھی علوم قرآن کی اور تیاریاں ہو رہی تھیں مختلف نقطۂ نظر سے قرآنی تفاسیر تالیف کیے جانے کی۔ مثلاً آثار و روایات کے لحاظ سے لغت و بلاغت کے لحاظ سے، عقلی زاویہ نگاہ سے، طبعی اور معاشرتی علوم کے نقطۂ نظر سے وغیرہ وغیرہ'' (۴۹)

دوسرا مرحلہ

عصر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کے بعد تفسیر نویسی کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے جو اصل میں تبع تابعین کی کاوشوں پر مشتمل ہے۔ یہاں اس بات کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ تابعین حضرات کے دور میں جو مشکلات پیدا ہوئی تھیں ان سے نمٹنے کے لیے انہوں نے تفسیر میں جو اسلوب اختیار کیا اس کا ذکر تو ہو چکا ہے۔ تبع تابعین کے دور میں ان مشکلات میں مزید ترقی ہوئی، چنانچہ علامہ بلخی لکھتے ہیں:

''......اس دور میں وہ سارے باطل و فاسد افکار و نظریات کھل کر میدان میں آ گئے جو اس سے پہلے (یعنی تابعین کے دور میں) ذرا جھجکتے ہوئے سامنے آتے تھے۔ ایک طرف سبائیت وغیرہ باطل فرقے اپنے اپنے عقائد و نظریات کی نشر و اشاعت اور اپنے

اپنے مقاصد کے حصول کی غرض سے قرآن کو استعمال کرنے میں تیز گام ہو گئے۔ اور دوسری طرف یونانی فلسفہ تھا جو اذہان وقلوب کو مسموم کر ڈالنے کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگا۔ مزید برآں ملحدین کا ایک طبقہ تھا جو قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کر رہا تھا۔'' (۵۰)

پھر لکھتے ہیں کہ:

''اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ تفسیریں تالیف کی گئیں جن میں رسول اللہ ﷺ سے مروی تفاسیر اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کے اقوال کو جمع کیا گیا۔'' (۵۱)

اسلوب

اس دور میں احادیث نبویہ کی تدوین چونکہ ابواب کے اسلوب پر ہو رہی تھی، اس لیے محدثین حضرات نے احادیث کے ابواب کے ساتھ ایک مستقل باب تفسیر کے لیے مختص کر لیا تھا، چنانچہ ڈاکٹر محمد حسین ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ:

① ''عصر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کے بعد تفسیر کے دوسرے مرحلہ کی ابتداء ہوئی۔ یہ اس وقت ہوئی جب (ابواب کے اسلوب پر) تدوین حدیث کا آغاز ہوا۔ حدیث نبوی مختلف ابواب میں منقسم تھی اور ان میں ایک باب تفسیر پر بھی مشتمل تھا۔

② اس دور میں ایسی خاص تالیف نہیں تھی جس میں سورتوں اور آیات کی ترتیب کے لحاظ سے ابتداء سے آخیر تک قرآن مجید کی تفسیر کی گئی ہو۔

③ اس دور میں ایسے علماء موجود تھے جو حدیث جمع کرنے کی خاطر مختلف امصار و بلاد کا چکر لگاتے تھے اور حدیث کے ساتھ ساتھ تفسیر سے متعلقہ ان اقوال کو جمع کرتے جو نبی ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم، یا تابعینؒ کی جانب منسوب ہوتے تھے،

مثلاً: یزید بن ہارون السلمیؒ (متوفی ۱۱۷ھ)، شعبہ بن حجاجؒ (متوفی ۱۱۸ھ)، وکیع
بن الجراحؒ (متوفی ۱۹۷ھ) سفیان بن عینیہؒ (متوفی ۱۹۸ھ)، روح بن عبادہ
بصریؒ (متوفی ۲۰۵ھ)، عبدالرزاق بن ہمامؒ (متوفی ۲۱۱ھ)، آدم بن ابی ایاسؒ
(متوفی ۲۲۰ھ) اور عبد بن حُمیدؒ (متوفی ۲۴۹ھ) وغیرہ'' (۵۲)

یہ علماء کرام مفسرین کے تیسرے طبقہ (یعنی تبع تابعین) میں سے درجہ اول کے مفسرین ہیں۔ ان حضرات نے چونکہ تفسیر قرآن سے متعلقہ احادیث رسول ﷺ اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ کو جمع کیا، اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ:

''یہ گویا تفسیر بالماثور یا تفسیر بحسب الآثار کی بابت تدوین وتالیف کی پہلی کوشش تھی'' (۵۳)

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ اس مرحلہ میں باطل فرقوں (جیسے معتزلہ وقدریہ وغیرہ) نے اپنے افکار برسرِ عام پھیلانے شروع کر دیئے تھے، جن کے اثرات لوگوں کے اذہان پر مرتب ہوتے جارہے تھے۔ اس امر کی روک تھام کے لیے صرف تفسیر بالماثور کا اہتمام کافی نہ تھا بلکہ معتبر دلائل سے باطل فرقوں کے نظریات اور ان کے اعتراضات وشبہات کی تردید درکار تھی۔ تو علماء اسلام نے بروقت کر دکھایا جیسے:

''حافظ ابومحمد سفیان بن عینیہ کوفیؒ (متوفی ۱۹۸ھ) نے...... غالباً سب سے پہلے دوسری صدی ہجری میں فرق باطلہ کی تردید میں قلم اٹھایا، اور کتاب ''جوابات القرآن'' تصنیف کی۔ پھر اس موضوع پر علامہ قطرب ابوعلی محمد بن المستنیرؒ (متوفی ۲۰۶ھ) نے کتاب لکھی، جس کا نام **فیماسئل عنه الملحدون من آی القرآن** ہے۔'' (۵۴)

تفسیر نویسی کے تیسرے مرحلے کی طرف ہوتے ہوئے یہاں اجمالاً یہ بیان کرتے چلیں کہ مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں فن تفسیر اور اس کے متعلقات پر ساٹھ سے زیادہ کتب تالیف ہوئیں۔
چنانچہ عبدالصمد صارم لکھتے ہیں:

''اس قرن (ثانی) میں ساٹھ سے زیادہ کتابیں علوم القرآن، تفسیر قرآن اور علوم تفسیر کے متعلق تصنیف ہوئیں اور اس قرن سے تفسیر میں علمی نکات پر بھی بحث ہونے لگی'' (۵۵)

علامہ عبدالصمد صارم کی اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''تاریخ التفسیر'' کے صفحہ ۵۵۔۵۶ پر قرن ثانی میں لکھی جانے والی کتب اوران کے مؤلفین کے اسماء ذکر کیے ہیں۔ان کی اس تحقیق کی بنیاد ابن ندیمؒ کی ''الفہرست'' معلوم ہوتی ہے، جس کے اردو ترجمہ کے ص ۸۳ تا ۹۱ تک تفسیر اور مختلف قرآنی علوم پر کتب اوران کے مؤلفین کے نام بیان ہوئے ہیں۔

تیسرا مرحلہ

بقول ڈاکٹر محمد حسین ذہبیؒ:

''......تفسیر نویسی تیسرے مرحلے پر پہنچ کر حدیث نبوی سے الگ ہوگئی اوراس نے ایک مستقل علم کا روپ اختیار کر لیا۔ اب قرآنی ترتیب کے مطابق ہر آیت کی تفسیر مرتب ہونے لگی۔ یہ کام علماء کرام کی ایک خاص جماعت کے ہاتھوں مکمل ہوا جیسے ابن ماجہؒ (متوفی ۲۷۳ھ)، ابن جریر طبریؒ (متوفی ۳۱۰ھ)، ابو بکر بن منذر نیشاپوریؒ (متوفی ۳۱۸ھ)، امام حاکمؒ (متوفی ۴۰۵ھ) اور ابو بکر بن مردویہؒ (متوفی ۴۱۰ھ) وغیرہ۔'' (۵۶)

یہ علماء کرام مفسرین کے ''تیسرے طبقہ (یعنی تبع تابعین) میں سے درجہ دوم کے مفسرین ہیں جنہوں نے تفسیر میں کتابیں تصنیف کیں'' (۵۷) ان کی تصانیف تفسیر بالماثور کہلاتی ہیں کیونکہ ان کی تیاری میں احادیث نبویہ، اقوال صحابہ وتابعین اور تبع تابعین پر اعتماد کیا گیا ہے، چنانچہ ڈاکٹر محمد حسین ذہبیؒ لکھتے ہیں:

''یہ تمام (مذکورہ بالا) تفاسیر رسول اللہ ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کی طرف مسند ہیں [یعنی سند کے لحاظ سے ان سے منقول ہیں]، اوران (تفسیروں) میں ماثور تفسیر سے زیادہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔ سوائے ابن جریر طبریؒ کے کہ انہوں نے (تفسیری) اقوال ذکر کر کے ان کی توجیہ کی ہے اور کسی قول کو دوسرے اقوال پر ترجیح دی ہے۔ علاوہ ازیں! ضرورت کے مطابق کلمات کی اعرابی حالت بھی بیان کی ہے اور قرآنی آیات سے جس قدر احکام کا استنباط ممکن تھا کیا ہے۔'' (۵۸)

یہاں ہی سے تفسیری اسالیب ومناہج یا تفسیری رجحانات اپنے ترقی پذیر مراحل طے کرنے کے بعد ترقی یافتہ مراحل میں داخل ہوتے ہیں اور باقاعدہ طور پر ان کی ابتداء ہوتی ہے۔ پھر آگے چل کر یہی اسالیب یا رجحانات تفسیر میں وسعت کا سبب بنتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر کئی اسالیب سامنے آتے ہیں۔

ان میں سے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب ''**الفوز الکبیر فی أصولِ التفسیر**'' میں سات اسالیب (رجحانات) گنوائے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حسین ذھبی نے ان ہی رجحانات کو اپنی کتاب ''**التفسیر والمفسرون**'' میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان پر دو اور رجحانوں (اسالیب) کا اضافہ کیا ہے۔

ان دونوں حضرات کے علاوہ جس نے بھی تفسیری رجحانات کو بیان کیا ہے اس نے ان ہی کے متعین کردہ اسالیب کو اپنے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے، مثلاً:

علامہ رشید رضا نے ''تفسیر المنار'' کے مقدمہ میں ان اسالیب کو تفسیر کی آٹھ صورتوں کے طور پر پیش کیا ہے۔(۵۹) ان شاء اللہ آنے والے مقالہ میں ''تفسیر بالماثور اور اس کے اسالیب ومناہج'' کو بیان کیا جائے گا اور تاریخی پس منظر میں یہ بتایا جائے گا کہ تفسیر کے اس بنیادی اسلوب (یعنی تفسیر بالماثور) کے ذیلی اسالیب کیسے وجود میں آئے اور ہر ایک اسلوب کو ایک خاص نام سے کیسے موسوم کیا گیا؟

حوالہ جات وحواشی

۱۔ الذھبی، ڈاکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسر ون (مکتبۃ وھبۃ، القاہرۃ ۱۹۸۹ء ط چہارم) ج ا ص ۱۴۲۔

۲۔ بلخی، مولانا افتخار احمد، تفسیر اور اس کا ارتقاء، در سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر ج ۲ ص ۵۵۸۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ صارم، عبدالصمد، تاریخ التفسیر (مکتبہ معین الادب، لاہور ۱۹۸۲ء، ط پنجم) ص ۱۹-۲۰۔

۵۔ ایضاً ص ۵۲، بحوالہ سنن دار قطنی، کتاب الزکوٰۃ۔ کتاب الصدقہ کے مکمل متن کے لیے دیکھئے، (رضوی مولانا سید محبوب، مکتوبات نبوی ﷺ (ادارۂ اسلامیات، لاہور ۱۹۷۸ء، ط اول) ص ۲۱۶-۲۱۹۔

۶۔ صارم، تاریخ التفسیر، محولہ بالہ ص ۵۲-۵۳۔

۷۔ ایضاً ص ۵۳۔

۸۔ مصطفیٰ، محمد طاہر، تفسیری رجحانات کا ارتقاء (شکیل سنز، راولپنڈی ۱۹۹۴ء، ط اول) ص ۴۷۔

۹۔ ندوی، عبدالقیوم، تاریخ قرآن (قرآن محل کراچی، سن ن) ص ۸۵، بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۴۔

۱۰۔ سورۃ النحل: ۴۴۔

۱۱۔ ایضاً، سورۃ النساء: ۲۹۔

۱۲۔ رواہ اصحاب السنن۔

۱۳۔ ان مصادر کی تفصیل کیلئے دیکھئے: الذھبی، التفسیر والمفسر ون، محولہ بالا ج ا ص ۴۰-۶۳، عتر، ڈاکٹر نور الدین، القرآن والحدیث (مطعبۃ الانشاء، ۱۹۸۲ء) ص ۳۲۵-۳۲۷۔

۱۴۔ چشتی، محمد عبدالحلیم، علوم قرآن اور الاتقان، دیباچہ الاتقان فی علوم القرآن، مترجم: محمد عبدالحلیم انصاری (میر محمد کتب خانہ کراچی، سن ن) ج ا ص ۵۸۔

۱۵۔ صارم، تاریخ التفسیر، محولہ بالا ص ۵۳، بحوالہ شیخ محمد خضری دمیاطی، رسالہ مبادی التفسیر۔

۱۶۔ چستی، علوم قرآن اور الاتقان محولہ بالا ص ۵۸، بحوالہ کبری زادہ، احمد طاش، مفتاح السوادۃ ومصباح السیادۃ۔ (دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد دکن ۱۳۲۸ھ، ط اول) ج ا ص ۴۰۴۔

۱۷۔ ایضاً ص ۵۸، بحوالہ، ابن الندیم، ابوالفرج محمد بن اسحاقؒ (۳۸۵ھ) (مطبعہ رحمانیہ، مصر ۱۳۴۸ھ) ص ۵۵۔ ''حاجی خلیفہ نے اس عنوان [یعنی فضائل قرآن] کے تحت امام شافعیؒ کو ''اَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ فِیْہِ،، کے الفاظ سے یاد کیا ہے جو صحیح نہیں،، (سابق حوالہ ص ۵۸، حاشیہ)۔

۱۸۔ ایضاً ص ۵۸-۵۹، بحوالہ کبری زادہ، مفتاح السعادۃ، حوالہ مذکور ج ا ص ۴۰۱۔ دو واضح رہے کہ ابوالخیر طاش کبری زادہ کی یہ معلومات حافظ ابن حجرؒ (متوفی ۸۵۲ھ) کی کتاب اسباب النزول سے ماخوذ ہیں جن کو سیوطی نے تفسیر ''الدر المنثور'' کی چھٹی جلد کے آخر میں نقل کیا ہے'' (سابق حوالہ ص ۵۹، حاشیہ نمبر ا)۔

۱۹۔ صارم، تاریخ التفسیر، محولہ بالا ص ۵۳، مزید تفصیل کیلئے دیکھئے جالندھری، ڈاکٹر رشید احمد، علم تفسیر اور مفسیرین (المکتبۃ العلمیۃ، لاہور ۱۹۷۱ء، ط اول) ص ۱۶-۱۸۔

۲۰۔ بلخی، تفسیر اور اس کا ارتقاء محولہ بالا ج ۲ ص ۵۵۹۔

۲۱۔ ایضاً۔

۲۲۔ الذھبی التفسیر والمفسر ون، محولہ بالا ج ا ص ۹۷۔

۲۳۔ ان حضرات کے حالات، زندگی کیلئے دیکھئے، سابق حوالہ ص ۱۰۴-۱۲۷۔

۲۴۔ علوی، ڈاکٹر خالد۔ حفاظت حدیث (المکتبۃ العلمیۃ، لاہور ۱۹۷۱ء، ط اول) ص ۲۲۶۔

۲۵۔ الذھبی، التفسیر والمفسر ون، محولہ بالا ج ا ص ۱۰۱، ۱۰۲۔

۲۶۔ مثلاً دیکھئے: ابن ندیم، الفہرست، مترجم: محمد اسحاق بھٹی (ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۰ء، ط: دوم) ص ۸۳، ۸۴، صارم، تاریخ التفسیر، محولہ بالا ص ۵۳-۵۵۔

۲۷۔ چشتی، علوم قرآن اور الاتقان، محولہ بالا ج ا ص ۵۹، تاریخ التفسیر از شیخ قاسم القیسی ص ۵۳۔

۲۸۔ ایضاً، بحوالہ: الذھبی، حافظ شمس الدینؒ، میزان الاعتدال فی نقد الرجال (قاہرۃ، ۱۳۲۵ء) ج ۲ ص ۵۹-۶۰۔

۲۹۔ صارم، تاریخ التفسیر، محولہ بالا ص ۵۴۔

۳۰۔ چشتی، علوم قرآن اور الاتقان محولہ بالا ص ۵۹-۶۰۔

۳۱۔ الذھبی، حافظ شمس الدینؒ، تذکرۃ الحفاظ، مترجم: حافظ محمد اسحاق، تقدیم وتہذیب: منیر احمد السّلفی (اسلامک پبلشنگ ھاوس لاہور ۱۹۸۱ء، ط اول) ج ا ص ۶۸۔

۳۲۔ دیکھئے الذہبی، التفسیر والمفسر ون، محولہ بالا ج ا ص ۱۱۷، بحوالہ ابن حجرؒ، تہذیب التہذیب (طبعہ ہندیہ، ۱۳۲۵ھ) ج ۳ ص ۲۸۴-۲۸۵۔

۳۳۔ بلخی، تفسیر اور اس کا ارتقاء، محولہ بالا ص ۵۵۹-۵۶۰۔

۳۴۔ ایضاً ص ۵۶۰۔

۳۵۔ ابن تیمیہ، علامہ تقی الدینؒ (متوفی ۷۲۸ھ)، مقدمہ فی اصول التفسیر (نشر السُّنّۃ لاہور، س ن) ص ۸۔ ا، الذھبی التفسیر المفسر ون، محولہ بالا ج ا، ص ۱۳۳۔

۳۶۔ بلخی تفسیر اور اس کا ارتقاء، محولہ بالا ص ۵۶۰، مزید تفصیل کیلئے دیکھئے ابن تیمیہؒ، مقدمہ، محولہ بالا ص ۸۔

۳۷۔ الذھبی ،التفسیر والمفسرون ،محولہ بالا ج ا ص ۱۳۱ ،مزید تفصیل کیلئے دیکھئے ابن خلدون ؛ علامہ عبدالرحمٰن بن محمد ،مقدمہ ابن خلدون (موسسۃ الاعلمی بیروت ،س ن) ۔الفصل الخامس ،ص ۴۳۹ - ۴۴۰ ۔

۳۸۔ الذھبی ،سابق حوالہ ص ۱۳۱-۱۳۲ ۔

۳۹۔ ابن تیمیہؒ ،مقدمہ ،محولہ بالا ص ۷-۸ ۔

۴۰۔ صارم ،تاریخ التفسیر ،محولہ بالا ص ۲۸ ۔

۴۱۔ بلخی ،تفسیر اور اس کا ارتقاء ،محولہ بالا ص ۵۶۰ ۔

۴۲۔ ان کتب کے متعلق تفصیل کے لیے دیکھئے: چشتی ،علوم قرآن اور الاتقان (دیباچہ الاتقان اردو) محولہ بالا ج ا ص ۶۱ و مابعدھا

۴۳۔ جالندھری ،علم تفسیر اور مفسرون ،محولہ بالا ص ۲۲ ،بحوالہ سفیان ثوریؒ تفسیر القرآن الکریم ، مرتب : امتیاز علی عرشی (رامپور ،۱۹۶۵ء) صفحہ غیر مذکور۔

۴۴۔ جالندھری ،سابق حوالہ ،بحوالہ الذھبی ،تذکرۃ الحفاظ (تذکرہ سفیان ثوریؒ)۔

۴۵۔ جالندھری ،سابق حوالہ۔

۴۶۔ ایضاً ،بحوالہ دمیری ،حیاۃ الحیوان (قاہرہ ،۱۸۸۷ء) ج ا ص ۲۳۰ ۔

۴۷۔ ایضاً ،بحوالہ تفسیر مقاتل ،مخطوطہ نمبر ۷۹ ،فولیو ۱۷۴ ،ملت لائبری استنبول ۔

۴۸۔ ایضاً ،بحوالہ ''تفسیر الحلال والحرام''، برٹش میوزیم ۔مخطوطہ نمبر ۶۳۳۳ فولیو ،مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ترجمہ از ڈاکٹر عبدالحلیم نجار (قاہر ،۱۹۵۵ء) ص ۷۷ ،۷۸ ۔

۴۹۔ بلخی ،تفسیر اور اس کا ارتقاء ،محولہ بالا ص ۵۶۰-۵۶۱ ۔

۵۰۔ ایضاً ،ص ۵۶۱ ۔

۵۱۔ ایضاً ،نیز دیکھئے: الطباخ ،محمد راغبؒ (متوفی ۱۳۷۰ھ) الثقافۃ الاسلامیۃ از علامہ راغب الطباخ کا اردو ترجمہ از افتخار احمد بلخی بنام ''تاریخ افکار و علوم اسلامی'' (اسلامک پبلیکیشنز ،لاہور ۱۹۸۷ء ،ط چہارم ،ج ا ص ۲۴۱ ۔

۵۲۔ الذھبی ،التفسیر والمفسرون ،محولہ بالا ج ا ص ۱۴۳ ۔

۵۳۔ بلخی ،تفسیر اور اس کا ارتقاء ،در سیارہ ڈائجسٹ ،قرآن نمبر ج ۲ ص ۵۶۱ ۔

۵۴۔ چشتی ،علوم قرآن اور الاتقان ،محولہ بالا ص ۷۴-۷۵ ۔

۵۵۔ صارم ،عبدالصمد ،تاریخ التفسیر ،محولہ بالا ص ۲۸ ۔

۵۶۔ الذھبی ،التفسیر والمفسرون ،محولہ بالا ج ا ص ۱۴۴ ۔

۵۷۔ الطباخ ،الثقافۃ الاسلامیہ (اردو) محولہ بالا ج ا ص ۲۴۲ ۔

۵۸۔ الذھبی ،التفسیر والمفسرون ،محولہ بالا ج ا ص ۱۴۴ ۔

۵۹۔ دیکھئے رشید رضا ،تفسیر المنار (القاہرۃ ،۱۳۷۳ھ) ج ا ص ۱۷ (مقدمہ)